ترکی: جدت پرست اور اسلام پسند قیادتوں کا ظہور

نیلوفر گول*

ترکی میں اس وقت جدت پسند زعماء اور اسلام پسند قیادت کے درمیان طاقت و اقتدار کی کشمکش جاری ہے۔ اس کشمکش کا محرک طرز زندگی اور عالمی منظر کے بارے میں ان گروہوں کے نقطۂ نظر کا اختلاف ہے۔ ترکی کی سیاست میں رواداری اور آزادی اظہار کے عنصر نے اسلامی تحریکوں کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ جدت پسند لادین قیادت کے مقابلہ میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ' فنی مہارت سے لیس' دانشور قیادت تشکیل دیں۔ یہ اسلام پسند قیادت نئے ابھرنے والے سماجی گروہوں یعنی دانشوروں' انجینئرز اور فنی ماہرین پر مشتمل ہے۔ ترکی کی جدید اور سیکولر تعلیم کا اس "فکری سرمائے" کی تشکیل اور صورت گری میں نمایاں کردار ہے۔ ترکی میں رائج جمہوری نظام بھی اس نئی فکری قیادت کے ظہور میں معاون بنا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں ملی نظام پارٹی کے قیام کے ساتھ ہی ترکی کی اسلام پسند قوتوں کو سیاسی نظام کا حصہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ آج یہ جماعت رفاہ پارٹی کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے۔ جولائی ۱۹۸۶ء کی مخلوط حکومت میں اسے سب سے طاقتور برسراقتدار سیاسی گروہ کی حیثیت حاصل تھی۔

ترکی کو مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں ایک نمایاں امتیاز یہ حاصل ہے کہ اس میں قیادتوں کی تبدیلی نہایت پرامن طریقے سے اور معروف جمہوری طریقہ کار کے مطابق عمل میں آئی ہے۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۱ء کے درمیان صدر اوزال کی لبرل حکومت نے کھلی مارکیٹ کی معیشت کے ساتھ ذرائع ابلاغ کی نج کاری کو بھی متعارف کرایا جس کے نتیجے میں ریڈیو' ٹی وی پر قومی زندگی کے بہت سے مسائل پر صحت مند مباحثوں کا آغاز ہوا۔ ان مسائل میں مذہب' قومی وحدت' سیکولرازم' جمہوری تکثیریت جیسے مسائل شامل تھے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی فکر سے متاثر سیکولر طبقے اور اسلام پسند قیادت کے درمیان ترکی میں سماجی اور ثقافتی تبدیلی کے عمل کے بارے میں بحث وجدل کا سلسلہ جاری ہے جو ایک طرف تو رائے عامہ کی فکری تربیت کر رہا ہے اور

---

*Nilufer Gole, "Seculasism and Islamism in Turkey: The Making of Elites and Counter Elite ", Middle East Journal 151:1 (Winter 1997), PP. 46_58(تلخیص: طاہر منصوری)

دوسری طرف حکومتی پالیسی کی تشکیل پر بھی اثر انداز ہورہا ہے۔ بلاشبہ متبادل سیاسی پارٹیوں کا وجود اور آزادی اظہار' استبدادی نظام کا بہترین سدباب ہیں۔
زیر نظر مقالے میں درج ذیل مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

اولاً : یہ لادینیت ہی ہے جو سیاسی طور پر غالب و بالادست مصطفیٰ کمال نواز طبقہ کو وجود میں لانے کا باعث بنی ہے۔
ثانیاً : مسلم ممالک میں لادینیت کے علمبردار عام طور پر آمرومستبد حکمران رہے ہیں' یہ اس بات کا مظہر ہے کہ جمہوریت اور لادینیت میں مفادات کا ٹکراؤ موجود ہے۔
ثالثاً : گوکہ احیاء اسلام کی تحریک لادین ریاست کو اپنا اولین دشمن قرار دیتی ہے تاہم یہ امرواقع ہے کہ یہ سیکولرازم ہی ہے جو اسی تحریک کو جنم دینے کا باعث بنا ہے اور اسی نے تحریک کے فعال کردار تشکیل دیے ہیں۔
رابعاً : اسلام پسند اور لادین عناصر کے درمیان بڑھتے ہوئے عوامی مباحثوں نے جمہوریت کے خدوخال کو مزید روشن کیا ہے۔ طرز معاشرت' اظہار ذات اور فن و ثقافت پر ہونے والے ان مکالموں نے جمہوریت کو مستحکم کیا ہے۔

لادینیت اور جدت پسند قیادتوں کی تشکیل

ترکی لادینیت بنیادی طور پر فرانسیسی لادینیت کے تجربے سے متاثر ہے' جو کلیسا اور ریاست کی تفریق کے فلسفہ پر قائم ہے۔ تاہم ترکی کی لادینیت کچھ پہلوؤں میں فرانسیسی لادینیت سے مختلف ہے۔ ترکی میں مذہبی معاملات ریاست کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں۔ مذہبی مسالک اور مکتبہ ہائے فکر کے حوالے سے بھی ریاست غیر جانبدار نہیں بلکہ وہ غیر مصرحہ طور پر سنی مسلک کو ریاستی مذہب قرار دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا موقف ہے جسے علوی کسی طور پر بھی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔

دونوں تجربات میں ایک نمایاں قدر مشترک یہ ایک یکساں احساس ہے کہ مذہب کو عوامی دائرے سے باہر ہونا چاہئے۔ لڑکیوں کے سر پر اسکارف کا مسئلہ ترکی اور فرانس میں یکساں قوت کے ساتھ ابھرا۔ عورت اور تعلیم دونوں لادینی تجربوں میں ایک محوری موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذہب پرست عورتوں کی طرف سے حجاب کے مطالبہ کو دونوں ممالک لادینی نظام تعلیم اور حقوق نسواں کے لیے سنگین خطرہ تصور کرتے ہیں۔ ملک و قوم کو لادینیت کے سانچے میں ڈھالنے

کے لیے دونوں ممالک میں یکساں منہج و اسلوب اختیار کیا گیا۔ لادینیت کے پروگرام کو نافذ کرتے ہوئے جس طرح فرانس میں مذہبی علامتوں اور نشانات کو سرکاری عمارتوں سے ہٹایا گیا اسی طرح ترکی میں بھی ہر نقش کہن کو مٹایا گیا۔ اسلامی قوانین کو منسوخ کر دیا گیا۔ وزارت اوقاف' مذہبی عدالتیں اور دینی القابات ختم کردیے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں سوئٹزر لینڈ سے درآمدہ سول کوڈ اسلامی قانون کی جگہ نافذ کیا گیا ۱۹۷۳ء میں ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ ترکی کو ایک لادین ریاست قرار دیا گیا۔ ان تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ قومی تعلیمی پروگرام کی بھی تشکیل نو کی گئی۔ اس کا مقصد لادینیت کے پھلنے پھولنے اور پنپنے کے لیے ساز گار فضا بنانا' قومی ریاست (Nation State) کے تصور کو ذہنوں میں راسخ کرنا اور ایک لادین وطن پرست قیادت تیار کرنا تھا۔ ریاست کی طرف سے ۱۹۲۸ء میں عربی رسم الخط کو ختم کر کے لاطینی رسم الخط کو اپنانے اور ترکی زبان کو عربی و فارسی کے اثرات سے نکال کر اسے اسکی اصل شکل پر لانے کے عمل نے ترکی کو اس کے دینی ماضی سے کاٹ کر رکھ دیا۔ نئے پروگرام کے تحت ترکی زبان قومی تعلیمی پروگرام کا لازمی حصہ بن گئی جس کے تحت مغربی زبانوں کو چھوڑ کر باقی سب زبانیں اجنبی قرار پائیں۔

ترکی کی وطن پرست قیادت درحقیقت اس نئے طرز تحریر اور طریقہ اظہار کی پروردہ تھی۔ یہ لوگ لاطینی رسم الخط میں لکھتے اور خالص ترکی زبان بولتے تھے۔ ان میں سے بیشتر فرانسیسی میں یدطولی رکھتے تھے جس کی بنا پر انہیں جدید سائنس اور ادب کے مغربی ماخذ پر دسترس حاصل تھی۔

زبان اور رسم الخط کی تبدیلی سے نیا دانشور طبقہ قدیم مذہبی طبقے کے مقابلے میں سرکار کی نظر میں عزت و وقار اور قدرو منزلت کا مستحق ٹھہرا۔ مذہبی عناصر رجعت پسند اور نئی تعلیم سے آراستہ عناصر جدت پسند اور ترقی یافتہ کہلائے۔ اس طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں ممتاز ماہرین تعلیم' صحافی' مصنفین' ناول نگار اور سیاسی زعما شامل تھے۔ مصطفیٰ کمال کی نسبت سے یہ لوگ ترقی یافتہ کمال نواز دانشور کہلاتے تھے۔

ترکی میں سیکولرازم کا ایک نمایاں مظاہرہ عورتوں کی آزادی' مردوں کے دوش بدوش کاروبار زندگی میں ان کی فعال شرکت اور گھروں کی چار دیواری سے نکل کر ان کا منظر عام پر آنا تھا۔ جدت و ترقی کے نئے ایجنڈے کے تحت سرکاری ذرائع ابلاغ عورتوں کو زندگی کے مختلف کرداروں میں پیش کرنے لگے۔ ذرائع ابلاغ میں یہ عورتیں مغربی لباس میں ملبوس نیم تراشیدہ بالوں کے ساتھ پائلٹ ' کھلاڑی' انجنیئر' ڈاکٹر اور فنکار کے طور پر مردوں کے شانہ بشانہ چلتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اس طرح عورت ترکی میں جدت پسندی کے پروگرام کا ایک موثر وسیلہ اظہار بن گئی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ترکی میں احیائے اسلام کی تحریک میں بھی عورت کا پردہ کی طرف بڑھتا ہوا میلا اسلامی نشاۃ ثانیہ کی ایک نمایاں علامت بن گیا ہے۔

طرز معاشرت پر اسلام اور لادینیت میں کشمکش

طرز معاشرت اور جمالیاتی اقدار کی تبدیلی ترک معاشرے میں نئے معاشرتی امتیازات جنم دینے کا باعث بنی۔ اس نے معاشرے کو سماجی جاہ و منزلت کے نئے پیمانے دیے۔ اس کی بنا پر مصطفیٰ کمال کی فکر سے منسوب مغربی طرز معاشرت کی دلدادہ اشرافیہ عزت و توقیر کا محور بنی۔ سماجی مرتبہ و مقام کا فرق اسلام پسندوں اور جدت پسندوں کے درمیان کشمکش کا ایک بہت بڑا سبب بنا ہے۔

ترکی میں تعلیم تک رسائی عام طور پر شہروں سے تعلق رکھنے والے متوسط اور بالامتوسط طبقے کی رہی ہے۔ علم و ثقافت کے مراکز سے قرب کی بنا پر دیہاتی طبقے کے مقابلے میں انہیں تعلیم کے زیادہ مواقع حاصل تھے۔ ان لوگوں نے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ مغربی طرز معاشرت میں بھی دسترس حاصل کی۔ اس کے نتیجہ میں مقامی روایات سے ان کا تعلق ٹوٹ گیا۔ اس صورت حال کی بنا پر دیہات سے تعلق رکھنے والے دانشور اور فکری گروہ اس جدت پسند طبقے سے اپنے آپ کو وابستہ کرنے سے گریزاں ہیں۔ معاشرے کو جدید بنانے کے پروگرام نے جو بیرونی حوالوں پر مبنی ہے اور جو مقامی ثقافت و روایات سے یکسر متصادم ہے' لادین طبقے کے عوام الناس سے تعلقات کو بڑی شدت کے ساتھ متاثر کیا ہے۔

ترکی کی معاصر اسلامی تحریک نے اس غیر شہری دانشور طبقہ پر بھرپور توجہ دی ہے۔ انہیں سیاسی اظہار کی مختلف جہتوں سے متعارف کرایا ہے۔ اسلامی تحریک لادین مغربی جدیدیت کے مقابلہ میں اسلامی اور ترک تشخص کا حوالہ بن گئی ہے۔

اسلام پسند تحریک عورتوں کے حجاب کو ترک معاشرے کو اسلامیانے کے ایجنڈے کا ایک اہم نکتہ سمجھتی ہے۔ معاشرت کے دیگر مظاہر کے لیے بھی وہ اسلام ہی کو حوالہ بنانا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونیورسٹی کی طالبات کے سروں پر اسکارف' سرکاری عمارات میں نماز کی جگہیں مخصوص کرنا' استنبول کے وسط میں مسجد کی تعمیر' بسوں میں اختلاط مردوزن کو ختم کرنا' جنسی لٹریچر اور ادب پر پابندی' ہوٹلوں میں شراب کے استعمال کی حوصلہ شکنی' ان کے پروگرام کا اہم حصہ ہیں۔

اسلام پرست فکری طبقہ کا ظہور

دنیا میں اسلامی مزاحمتی تحریکیں اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف سیاسی و ثقافتی ماحول اور تناظر میں کام کررہی ہیں تاہم ان میں بعض قدریں اور خصوصیات مشترک بھی ہیں۔ ان تحریکوں کے قائدین اور کارکنان تعلیم یافتہ اور دیہاتوں سے شہروں میں منتقل ہونے والے افراد ہیں۔ دیہات سے آکر شہر میں پڑھنے والا نوجوان اپنے اسکول اور یونیورسٹی میں معاصر اسلامی مفکرین ابوالاعلیٰ مودودی' سید قطب' علی شریعتی' علی بولاک اور عصمت اوزل کا وہ لٹریچر پاتا ہے جس میں اسلامی نظام فکر کو ایک نئے انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ مغربیت اور جدت پسندی کے لیے اس میں کوئی لچک اور نرمی نہیں ملتی۔ معاصر اسلامی تحریکوں کا فکری حوالہ قرآن' سنت اور خلفائے راشدین کی سیرت و عمل ہے۔ یہ ایک طرف مغربیت کے خلاف برسرپیکار ہیں اور دوسری طرف اسلام کے احیاء کے لیے مصروف عمل ہیں۔

معاصر اسلامی تحریکوں کا مغربیت کے بارے میں تصور انیسویں صدی کے جدت پسند اسلامی عناصر سے بڑی حد تک مختلف ہے۔ محمد عبدہ' جمال الدین افغانی' رشید رضا جیسے تجدد پسند مصلحین اسلام کو جدید اور جمہوری قدروں کے مطابق ڈھالنے کے خواہاں تھے جبکہ معاصر انقلابی اسلام پسند عناصر جدت پسندی کے خلاف سخت موقف رکھتے ہیں۔ جدید اسلام پسندی' مسلمان کے ایک ایسے تشخص کا نام ہے جو ایک طرف تو اسلام کی روایتی تعبیر کا منحرف ہے اور دوسری طرف جدت پسندی کے خلاف محاذ آرا ہے۔

انجینئرز اور اسلامی تحریک

ترکی کی اسلام پسند تحریک میں انجینئروں' دانشوروں اور خواتین کا کردار بہت ہی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ترکی میں انجینئر ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ایک مضبوط پیشہ ور انجمن کے طور پر ابھرے۔ ان کا اس وقت کی سیاسی تحریکوں میں فعال کردار تھا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں انجینئر اس عہد کی مشہور اشتراکی تحریک کا دست و بازو تھے۔

ترکی کے انجینئر جدت پسند طبقے کے تصور ترقی کے شدید نقاد رہے ہیں' تاہم اسلامی تحریک کے ساتھ بھی اس کے کچھ مسائل رہے ہیں۔ آج کا انجینئر ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں ایک طرف اسلام پسندی ہے اور دوسری طرف صنعتی ترقی کا راستہ ہے' ایک طرف ایمان و اعتقاد ہے اور دوسری طرف تعقل پسندی ہے۔

اسلام پسند دانشوران

۱۹۷۰ء کی دہائی میں ترکی کی علمی و ثقافتی زندگی پر اشتراکیت پسند طبقے کا قبضہ تھا۔ لیکن گزشتہ ۱۵ سال سے اب یہ اسلام پسندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسلامی مطبوعات تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ علمی و فکری تحریک کے آغاز میں سید قطب اور علی شریعتی کی کتب کے ترجمے ہوئے۔ بعد میں مقامی اسلام پسند دانشوروں کی تحریریں بھی سامنے آنا شروع ہوگئیں۔ ان میں بولاک اور اوزل کے کام نمایاں ہیں۔ معاصر اسلام پرست دانشور طبقہ قدیم دینی علماء و مفکرین سے کئی پہلوؤں سے ممتاز ہے۔ یہ جدید ترکی زبان پر عبور رکھتا ہے۔ مغربی مفکرین اور ان کی تحریروں تک اس کی رسائی ہے' وہ مغربی زبانوں سے واقف رکھتا ہے۔ لادین اور جدت پسند فکری طبقہ سے وہ برسرپیکار ہے۔

خواتین اور اسلامی قیادت

ترکی میں تعلیم یافتہ اسلام پسند خواتین اسلامی تحریک کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ سیہان اکتاس' سیبل ارسلان اور حمید توردس جیسی دانشور اور پیشہ ورانہ تعلیم سے آراستہ خواتین اسلام پسند عناصر میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ اسلام تحریکوں میں ان خواتین کی شرکت تحریک کے لائحہ عمل پر اثر انداز ہوئی ہے اور اس کے کام کرنے کا انداز تبدیل کرنے کا باعث بنی ہے۔

باپردہ خواتین کے ذریعہ اسلامی تحریک عوامی توجہ کا باعث بنی ہے۔ پردہ طرز زندگی کی نظریاتی اساس کا مظہر ہے عورت کے ساتھ فکری طور پر وابستہ شرم و حیا اور پاکیزگی کی صفات کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ دونوں جنسوں کے انفعال اور عوامی زندگی میں عورت کی شرکت پر پابندی کی بھی علامت ہے۔ تاہم اسلامی تحریک سے وابستہ ان باپردہ خواتین کا گھر کی چاردیواری میں محصور' اطاعت شعار' ان پڑھ گھریلو خواتین سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تعلیم یافتہ نوجوان خواتین سیاسی طور پر انتہائی فعال اور متحرک ہیں اور عوامی اسٹیج پر کثرت سے دکھائی دیتی ہیں۔ یہ باذوق و خوش لباس خواتین روایتی مسلمان خواتین کے برعکس بااعتماد و جرات مند ہیں اور اپنی منفرد شناخت رکھتی ہیں۔

المختصر یہ تینوں مذکورہ طبقے یعنی انجینئر' دانشور اور خواتین' اسلام پرست تحریک کے فعال کارکنان ہیں۔ یہ تینوں لادینی تعلیم' نوشہریت اور اسلامائزیشن کی پیداوار ہیں۔ اسلام پسندی اور جدت پسندی کے متضاد عناصر نے ان کی تشکیل کی ہے۔ یہ نئی اسلامی قیادت بڑی حد تک روایتی

وطن پرست زعما کا عکس نظر آتی ہے۔ مذکورہ طبقے کی طرح انہوں نے بھی جدید جامعات میں تعلیم حاصل کی ہے۔ یہ انہی کی طرح عالمی زبانیں جانتے ہیں' معاشرے میں ان کی قدرو منزلت ان کی علمی و فکری برتری کی مرہون منت ہے۔